وراثت میں عورتوں کا حصہ

پروفیسر ڈاکٹر عابدہ خواجہ

عرب ایک ایسا علاقہ تھا جس میں کوئی باضابطہ قانون نہیں تھا' بلکہ ان کے اپنے رائج کردہ قوانین تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں جہاں اور طرح طرح کے جاہلانہ خیال اور ظالمانہ رسمیں رائج تھیں' وہاں ایک ستم ظریفی یہ تھی کہ مرنے والے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے جوان اور جنگ میں جانے کے قابل ہوتے تھے۔ "عورتوں' بچوں اور ضعیفوں کو میراث نہیں ملتی تھی' مفلس اور بے کس بیوہ' معصوم یتیم' قابلِ رحم لڑکے اور لڑکیاں روتے چلاتے رہ جاتے' اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے' ان کی آہ و بکا کا سننے والا اور ظالموں کے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا"۔(1)

ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے:

"There could have been no question in those days of a widow inheriting from her husband since she was regarded as a part of property which went over to the heir ..... nor could have been a question about daughters inheriting from their fathers, since daughters were given in marriage, either by their fathers or by their brothers of other relations after the father's death, thus becoming the property of the family into which they married. (2)

ارشادِ نبوی ہے:-

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم حتی جئنا امرأۃً من الانصار فی الاسواف فجاءتِ المرأۃُ بابنتین لھا فقالت یا رسول اللّٰہ ھاتان بنتا ثابتِ بن قیس قُتِلَ معک یومَ الاحد وقدِ استفاء عمُّھما مالَھما و میراثَھما کلَّہ ولم یدَ ع مالًا الا اَخذہ فما تری یا رسول اللّٰہ فو اللّٰہ لا تُنکحانِ ابدًا الّا ولھما مالٌ فقال رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم یقضی اللّٰہُ فی ذٰلک وقال نزلت سورۃُ النساء "یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَولَادِ کُم" الایہ' فقال رسول اللّٰہ صلّی

الله علیہ والہ وسلم ادعوا لی المراۃَ و صاحبَھا' فقال لعمّھما أعطھما الثّلثین واَعطِ امّھما الثّمنَ وما بقی فلک (ابو داؤد کتاب الفرائض و بمعناه فی الترمذی ابواب الفرائض)(۳)

(ترجمہ)"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے' اسی اثناء میں ہمارا گزر اَسواف میں ایک انصاری خاتون کے پاس سے ہوا تو وہ خاتون اپنی دو بیٹیوں کو لے آئی اور عرض کیا : یارسول اللہؐ' یہ دونوں (میرے شوہر) ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) کی بچیاں ہیں جو جنگِ احد میں آپؐ کے ہمراہ (لڑتے ہوئے) شہید ہو گئے۔ (ان کی شہادت کے بعد) ان بچیوں کے چچا نے ان کے سارے مال اور ساری میراث پر قبضہ کر لیا اور (ان کے لئے) کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ یارسول اللہؐ' اس معاملے میں آپؐ کیا فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم اگر ان بچیوں کے پاس مال نہ ہوگا تو ان کا کبھی نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا : اس معاملے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ پھر جب سورۃ النساء کی یہ آیت **یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَولَادِکُم الایہ** ("اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے" الخ) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس (مدعیہ) عورت کو اور اس کے (مدعاعلیہ) دیور کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ آپؐ نے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دے دو اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ' اور جو بچے وہ تم خود رکھ لو"۔

اسلام نے بیوی' ماں' بیٹی اور بہن کی حیثیت تسلیم کروانے کے بعد عورت کو وراثت میں بھی حصہ دار بنایا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا :

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَولَادِکُم لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ............وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیمٌ حَلِیمٌ ○ (النساء : ۱۱ - ۱۲)

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولادوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے' ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہو گا۔ اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے دو تہائی ہے جو (میت نے) چھوڑا۔ اگر ایک ہو تو وہ آدھے ترکے کی وارث ہو گی' اور والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اس میں سے جو (میت نے) چھوڑا اگر اس (میت) کی اولاد ہو' اور اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس

کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی ہو گا۔ پھر اگر میت کا کوئی بھائی ہو تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا' لیکن یہ وصیت پر عمل کرنے اور میت کا قرض ادا کرنے کے بعد ہو گا۔ باپوں اور بیٹوں میں کون زیادہ تمہیں نفع دینے والا ہے' اس کے بارے میں تم نہیں جانتے۔ (ترکے کو وارثوں میں تقسیم کرنا) یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے' بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کی میراث میں سے تمہارے لئے نصف ہے' اگر ان کی اولاد ہو تو پھر تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے' وصیت پر عمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اس میں سے جو انہوں نے پیچھے چھوڑا ہے۔ اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کے لیے تمہاری میراث میں سے چوتھائی حصہ ہے' اور اگر اولاد ہو تو پھر ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں جو تم چھوڑو' قرضہ کی ادائیگی اور وصیت کے مطابق عمل کرنے کے بعد۔ اور اگر کوئی مرد یا عورت کلالہ ہو (یعنی اس حال میں فوت ہو کہ نہ تو اس کے والدین زندہ ہوں اور نہ ہی اس کی اولاد ہو) لیکن اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں حصہ دار ہوں گے' وصیت پر عمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو' یہ حکم ہے اللہ کا' اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور تحمل والا ہے۔"

"کلالہ" کے بارے میں دوسرے حکم (سورۃ النساء' آخری آیت) کے مطابق بھائیوں اور بہنوں کے درمیان وہی قانون لاگو ہو گا جس کا ذکر آیات میراث کے آغاز میں کر دیا گیا' یعنی مرد کے لیے دو حصے اور عورت کے لئے ایک۔ پہلا حکم اخیانی بہن بھائیوں کے بارے میں ہے اور دوسرے میں عینی بہن بھائیوں کا ذکر ہے۔ متذکرہ بالا آیات کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ:

ذلک انہ لما نزَلتِ الفرائض التی فرض اللّٰہ فیھا ما فرض لِلوَلدِ الذّ کر والانثٰی والاَبوَین کرھھا الناسُ او بعضُھم وَقالوا: تُعطیَ المراۃُ الرّبع او الثّمنَ' وتُعطیَ الابنۃُ النّصفَ' ویُعطیَ الغلامُ الصغیر' ولیس مِن ھٰؤلاء احدٌ یقاتل القومَ' ولا یحوز الغنیمۃَ' اسکتوا عن ھٰذا الحدیث لعلّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم ینساہ او نقول لہ فیغیّر فقالوا: یا رسولَ اللّٰہ تُعطیَ الجاریۃُ نصفَ ما ترک اَبوھا' ولیست تَرکَبُ الفرسَ' ولا تقاتل القومَ' و یُعطیَ الصّبیُّ المیراثَ ولیس یغنی

شیئًا (رواہ ابن حاتم وابن جریر ایضًا)(۴)

(ترجمہ) "میراث کے احکام اترنے کے بعد بعض لوگوں نے ناگواری کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ عورت کو چوتھا اور آٹھواں حصہ دلایا جا رہا ہے' او بیٹی کو نصف دلایا جارہا ہے' اور ننھے ننھے بچوں کا حصہ مقرر کیا جا رہا ہے' حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ لڑائی میں نکل سکتا ہے' نہ مالِ غنیمت لا سکتا ہے۔ اچھا ہو کہ تم اس آیت سے خاموشی برتو' شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھول جائے' یا ہمارے کہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احکام کو بدل دیں۔ پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ لڑکی کو اس کے باپ کا آدھا مال دلوا رہے ہیں' حالانکہ نہ وہ گھوڑے پر بیٹھنے کے قابل ہے' نہ دشمن سے لڑنے کے۔ آپؐ بچے کو ورثہ دلا رہے ہیں' بھلا وہ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے"۔

اسلام چاہتا ہے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے۔ وراثت کی تقسیم میں بھی اس اصول کو ملحوظ رکھا گیا ہے' اس لئے صرف بڑے لڑکے یا صرف لڑکوں ہی کو وارث تسلیم نہیں کیا' بلکہ تمام اولاد اور لڑکیاں اور ان کے علاوہ کئی اور رشتہ داروں کو وارث قرار دیا' تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد میں یہ دولت تقسیم ہو۔ یہ وہ تین اصول ہیں (قرابت' ضرورت' تقسیم دولت) جن پر اسلام کا بے نظیر اصول وراثت قائم ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کا یہ حکم ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو تجہیز و تکفین کے بعد اس کا قرض ادا کیا جائے' بعد ازاں اسکی وصیت پر عمل کیا جائے۔ (جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **اِنّکم تقرءُون ھذہ الاٰیۃَ مِنۡ بَعۡدِ وصِیَّۃٍ تُوۡصُوۡنَ بِھَا اَوۡ دَیۡنٍ وانَّ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلّم قَضٰی بدینٍ قبلَ الوصیۃِ**(۵) چنانچہ عملاً وصیت مؤخر ہے' لفظاً اسکو دَین سے پہلے بیان کیا گیا) اس کے بعد بقیہ ترکہ حسبِ احکامِ قرآنی وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ قرض کی ادائیگی کا مقدم ہونا تو عینِ انصاف ہے۔ وصیت کے بارے میں شریعت نے چند ایک قیود عائد کی ہیں' اور اسلام سے پہلے جو طریقہ وصیت کے بارے میں رائج تھا اس کی اصلاح کر دی' تاکہ اس طریقہ میں جو بے راہ روی رونما ہو چکی تھی اس کا سدباب کر دیا جائے۔(۶)

اس کی دلیل ہمیں سنت نبوی سے بھی ملتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

الحقوا الفرائض باھلھا(۷) یعنی "میراث پہنچا دو ان کے حقداروں تک"۔

ایک اور حدیث ہے:

اِنّ اللّٰہ قد اَعطیٰ کلّ ذی حقٍ حقہ فلا وصیۃ لوارثٍ(۸)

"اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حصہ عطا فرما دیا ہے' اس لئے اب کسی وارث کے لئے وصیت نہیں"۔

شاہ ولی اللہ دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ میں بڑے دلنشیں انداز میں حصص کی اس تعیین کی حکمت یوں بیان فرماتے ہیں:-

"شرع نے حصصِ میراث کے بارے میں کسور میں سے دو قسم کے مجموعے اختیار کئے ہیں' ایک مجموعہ (الف) ۲/۳ اور ۱/۳ اور ۱/۶ کا ہے' دوسرا مجموعہ (ب) ۱/۲ اور ۱/۴ اور ۱/۸ پر مشتمل ہے۔ ایک سرے سے شروع کرو تو دوگنے ہوتے چلے جاتے ہیں' دوسرے سے ابتداء کرو تو وہ ایک دوسرے کے نصف ہیں۔ ہر ایک مجموعہ میں تین مراتب ہیں' اور ان میں تضعف و تنصیف کا تناسب ہے (۱/۵ اور ۱/۷ کو حصص میراث میں شامل نہیں کیا گیا' کیونکہ ان کی کسر نکالنے میں ذرا دقت ہے)۔

اگر ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہو تو ۲/۳ لڑکے کا اور لڑکی کو ۱/۳' اور اگر سب لڑکیاں ہوں تو ۲/۳ لڑکیوں کا اور باقی ۱/۳ عصبہ کے لئے محفوظ ہے' کیونکہ میت کی بیٹیاں شجرۂ نسب کے عمود کی کڑیاں ہیں' اس لئے حکمت تشریعیہ کا تقاضا ہے کہ ان کو دیا جائے۔ اگر بیٹے اور بیٹیوں کے ساتھ والدین ہوں تو ان کا بھی یہی حال ہے کہ والدین کی نسبت انسان کی اولاد اس کی میراث کی زیادہ حقدار ہے' اس لئے اولاد کا حق ۲/۳ اور (ماں باپ کا حق ۱/۳ ہے) اگر اولاد نہ ہو تو اس کا سارا ترکہ والدین ہی آپس میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے اصول کے مطابق بانٹ لیں گے' اور اگر میت کے بھائی ایک سے زائد ہوں تو ماں کا حصہ گھٹا کر ۱/۶ کر دیا جائے۔ اگر بھائی عَصَبہ نہیں ہے تو پھر نصف ۱/۲ ماں اور اس کی اولاد کا حق ہے۔ (۱/۲ عَصبات کو اور ۱/۲ ماں اور اس کی اولاد کا حق ہے) تو لامحالہ ماں کے حصے میں کل کا ۱/۶ آئے گا' اور باقی میں سب شریک ہوں گے۔ اگر میت میں بیٹی اور بیٹے اور شوہر ہوں تو اگر ماں کا حصہ ۱/۶ قرار دیا جائے (بلکہ اس سے زائد دیا جائے) تو یہ ان کے حق میں تنگی اور تکلیف کا باعث ہو گا' **وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ**

...... مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ تُوۡصُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ' ماں کو اس کے ہاتھ سے نکلنا طبعًا ناگوار گزرے گا۔ نیز وہ (بیوی) خاوند کے مال کی امین ہے' جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ بیوی کے مال میں زبردست حق رکھتا ہے' اور بیوی جو کچھ لیتی ہے وہ اس کا حق خدمت ہے۔ شوہر اور بیوی کا حق مقرر کرنے میں اس بات کا بھی کچھ لحاظ رکھا گیا ہے' اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ (ان کی وجہ سے) اولاد کو تنگی اور تکلیف پیش نہ آئے' اس وجہ سے اس کو دوگنا دیا گیا ہے۔ وَاِنۡ کَانَ رَجُلٌ یُّوۡرَثُ کَلٰلَۃً الٰی قولہٖ تعالٰی فَہُمۡ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ' اس میں ماں جنے بہن بھائیوں کا حق ہے' اور یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ' قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَۃِ الٰی اٰخر الآیہ' یہ صرف باپ کی طرف سے ہوں' ان کے بارے میں آیہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی کا کوئی ایسا قریبی رشتہ دار نہ ہو جو اس کے عمودِ نسب میں داخل ہو' وہ قریبی رشتہ دار جو اولاد سے مشابہت رکھتا ہے اس کا وارث تصور کیا جاتا ہے' جیسے کہ بہن بھائی۔"(۹)

آیتِ میراث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان عورتوں پر کتنا بڑا احسان کیا کہ مال اور جائداد کے معاملے میں بھی اس کو نظرانداز نہیں کیا' بلکہ بیوی' ماں' بیٹی اور بہن اپنی اپنی حیثیت میں اپنا حق پاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جہاں اسلام نے ان کو حقوق سے نوازا ہے وہاں ان پر عائد ہونے والے حقوق کو ادا کرنے کا فریضہ بھی عائد کیا ہے' اس فریضہ کی ادائیگی کی صورت میں اجرِ عظیم اور جنت کی بشارت دی ہے۔

۱۔ مفید الوارثین' از سید اصغر حسین

۲۔ Standard Jewish Encyclopaedia, P 962

۳۔ تفسیر معارف القرآن' از مفتی محمد شفیع' ج ۲' ص ۳۲۲

۴۔ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر' ج ۱' ص ۴۵۸

۵۔ بحوالہ تفسیر معارف القرآن' ج ۲' ص ۳۲۰

۶۔ تفسیر ضیاء القرآن' از پیر محمد کرم شاہ' ج ۲' ص ۳۲۶

۷۔ بحوالہ علم الفرائض و المواریث فی الشریعہ الاسلامیہ والقانون السوری' از مفتی محمد خیری'

۸۔ بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن' ج ۲' ص ۳۲۶

۹۔ حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ)' ج ۲' ص ۵۱۶ - ۵۲۰